قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 08 اکتوبر 2020ء | 21 صفر 1442 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 238

ارشادِ باری تعالیٰ

اِذۡ یَقُوۡلُ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا ﴿۴۸﴾ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ ضَرَبُوۡا لَکَ الۡاَمۡثَالَ فَضَلُّوۡا فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَبِیۡلًا

(بنی اسرائیل 48-49)

ترجمہ: جب ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم محض ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جو سحر زدہ ہے۔ دیکھ تیرے بارہ میں وہ کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ پس وہ رستہ سے بھٹک گئے ہیں اور سیدھی راہ تک نہیں پہنچ سکتے۔

اِنَّمَا صَنَعُوۡا کَیۡدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا یُفۡلِحُ السّٰحِرُ حَیۡثُ اَتٰی

(طٰہٰ:70)

ترجمہ: انہوں نے جو بنایا ہے وہ محض ایک جادوگر کا شعبدہ ہے اور جادوگر جس جہت سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوا کرتا۔

فرمانِ رسول ﷺ

میرا شیطان مسلمان ہو چکا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا کہ کیا ہر انسان کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے تو آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ حضرت عائشہؓ نے حیران ہو کر عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! کیا آپؐ کے ساتھ بھی کوئی شیطان لگا ہوا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ مگر خدا نے مجھے شیطان پر غلبہ عطا فرمایا ہے حتیٰ کہ میرا شیطان بھی مسلمان ہو چکا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار باب تحریش الشیطان)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

رسول اللہ ﷺ پر جادو کے اثر والی روایات درست نہیں

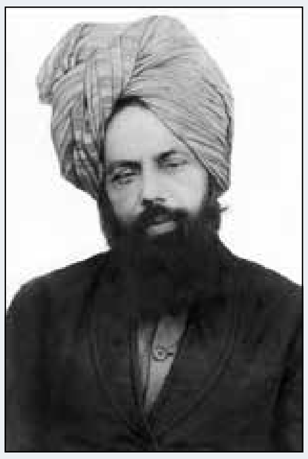

ایک شخص نے آپؑ کی مجلس میں سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کافروں نے جو جادو کیا تھا اس کی نسبت آپؑ کا کیا خیال ہے؟ حضرت اقدس نے فرمایا کہ:

جادو بھی شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ رسولوں اور نبیوں کی یہ شان نہیں ہوتی کہ ان پر جادو کا کچھ اثر ہو سکے۔ بلکہ ان کو دیکھ کر جادو بھاگ جاتا ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا یُفۡلِحُ السّٰحِرُ حَیۡثُ اَتٰی (طٰہٰ:70)۔ دیکھو حضرت موسیٰؑ کے مقابل پر جادو تھا آخر موسیٰؑ غالب ہوا کہ نہیں؟ یہ بات بالکل غلط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر جادو غالب آ گیا۔ ہم اس کو کبھی نہیں مان سکتے۔ آنکھ بند کر کے بخاری اور مسلم کو مانتے جانا یہ ہمارے مسلک کے برخلاف ہے۔ یہ تو عقل بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ ایسے عالی شان نبی پر جادو اثر کر گیا ہو۔ ایسی ایسی باتیں کہ اس جادو کی تاثیر سے (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حافظہ جاتا رہا، یہ ہو گیا اور وہ ہو گیا کسی صورت میں صحیح نہیں ہو سکتیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ کسی خبیث آدمی نے اپنی طرف سے ایسی باتیں ملا دی ہیں۔ گو ہم نظر تہذیب سے احادیث کو دیکھتے ہیں لیکن جو حدیث قرآن کریم کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے برخلاف ہو اس کو ہم کب مان سکتے ہیں۔ اس وقت احادیث جمع کرنے کا وقت تھا۔ گو انہوں نے سوچ سمجھ کر احادیث کو درج کیا تھا مگر پوری احتیاط سے کام نہیں لے سکے۔ وہ جمع کرنے کا وقت تھا لیکن اب نظر اور غور کرنے کا وقت ہے۔ آثار نبیؐ جمع کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ لیکن یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جمع کرنے والے خوب غور سے کام نہیں لے سکتے۔ اب ہر ایک کا اختیار ہے کہ خوب غور اور فکر سے کام لے۔ جو ماننے والی ہو وہ مانے اور جو چھوڑنے والی ہو وہ چھوڑ دے۔ ایسی بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر (معاذ اللہ) جادو کا اثر ہو گیا تھا اس سے تو ایمان اٹھ جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِذۡ یَقُوۡلُ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا (بنی اسرائیل:48) ''کہ جب ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم محض ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جو سحر زدہ ہے۔ جس پر جادو ہوا ہوا ہے۔ جادو کے زیر اثر ہے۔'' ایسی ایسی باتیں کہنے والے تو ظالم ہیں نہ مسلمان۔ یہ تو بے ایمانوں اور ظالموں کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر (معاذ اللہ) سحر اور جادو کا اثر ہو گیا تھا۔ اتنا نہیں سوچتے کہ جب (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے تو پھر امت کا کیا ٹھکانہ؟ وہ تو پھر غرق ہی ہو گئی۔ معلوم نہیں ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جس معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء مسِّ شیطان سے پاک سمجھتے آئے ہیں یہ ان کی شان میں ایسے ایسے الفاظ بولتے ہیں۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 471-472)

فرمانِ خلیفۂ وقت

احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نعوذ باللہ کسی یہودی نے جادو کر دیا تھا جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اثر ہو گیا تھا اور روایات میں آتا ہے کہ کنگھی اور بالوں پر وہ جادو کر کے ذروان کنویں میں ڈال دیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ان کو وہاں سے جا کر نکالا۔ صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں ہے کہ وہ کنگھی اور بال حضرت جُبیر بن ایاس نے ذروان کنویں سے نکالے تھے اور ایک اور روایت کے مطابق حضرت قیس بن مُحصن نے نکالے تھے۔

(فتح الباری از امام ابن حجر کتاب الطب باب السحر حدیث ۵۷۶۳ جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس لیے ان دونوں صحابہ کا ذکر میں نے اکٹھا کیا ہے۔ ان میں سے جس نے بھی یہ چیزیں نکالی تھیں یہ بات اتنی اہم نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی جادو کا اثر ہوا تھا؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس بات پر ہمارا نقطۂ نظر کیا ہے؟ اور یہ ہمیں پتہ ہونا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر جس بات سے بھی اعتراض پیدا ہوسکتا ہے یا لوگ اعتراض کرتے ہیں ہم نے جواب دینا ہے۔ اس لیے میں اس کی کچھ تفصیل بیان کرتا ہوں جو جماعت کے لٹریچر میں موجود ہے۔ ان دونوں صحابہؓ کے حوالہ سے آج اس بات کی وضاحت ہو گی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ فلق کی تفسیر کے تعارف میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے بیان فرمایا۔ آپ سورۃ کے بارے میں بیان فرمارہے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سورۃ الفلق اور الناس یہ آخری دونوں سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں۔ بعض ان کو مدنی سورتیں کہتے ہیں یعنی مدینہ میں نازل ہوئیں۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ ''جو لوگ اس بات کے حق میں ہیں کہ یہ سورۃ مدنی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اس سورۃ اور اس کے بعد کی سورۃ کا تعلق

بقیہ صفحہ 3 پر

اس شمارہ میں

ابلیس اور حضرت آدم کے درمیاں (منظوم)

ہستی باری تعالیٰ

تعارف سورۃ العنکبوت

انسان کو ذہنی غلام کون بناتا ہے؟ مذہب یا دہریت

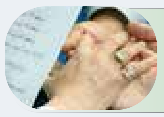

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

شرائطِ بیعت کی آخری شرط میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے اطاعت اور تعلق سب دنیاوی رشتوں سے زیادہ ہو۔ (ماخوذ از مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 160 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس ہر ایک کو جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہمارے رشتے، ہماری عزیز داریاں، ہمارے تعلقات، ہماری قرابت داریاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق میں حائل تو نہیں ہو رہے اور اس کے معیار کا علم ہمیں اس وقت ہو گا جب ہم آپ کی تعلیم (جو اسلام کی حقیقی تعلیم ہے) کا جؤا مکمل طور پر اپنے گلے میں ڈالنے والے ہوں گے یا اس کے لئے کوشش کرنے والے ہوں گے۔ آپ نے اپنے بعد جس قدرتِ ثانیہ کے آنے کی خوشخبری دی تھی جو دائمی ہو گی اس قدرتِ ثانیہ یعنی خلافت کے ساتھ کامل اطاعت اور وفا کا نمونہ بھی آپ دکھائیں گے۔ اگر ہر ایک حقیقی تعلق کو قائم رکھنے کا عہد کرے گا تو وہ حقیقت میں آپ کی جماعت میں شمار ہو گا ورنہ احمدیت کا صرف لیبل ہے۔ یہ نہ ہو کہ بعد میں آنے والے احمدی آگے نکل کر ان برکات سے فیض پا لیں اور پرانے احمدی جن کے باپ دادا نے قربانیاں دے کر احمدیت کے چشمے اپنے گھروں میں جاری کئے تھے وہ اس چشمے سے محروم ہو جائیں۔ پس بہت دعاؤں اور توجہ کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’یقیناً سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ پیارے نہیں ہیں جن کی پوشاکیں عمدہ ہوں اور وہ بڑے دولت مند اور خوش خور ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ پیارے ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں اور خالص خدا ہی کے لئے ہو جاتے ہیں۔ پس تم اس امر کی طرف توجہ کرو، نہ پہلے امر کی طرف‘‘ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 596)

پھر آپ فرماتے ہیں ’’جَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ (آل عمرن: 56) یعنی اور وہ لوگ جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں ان لوگوں پر جنہوں نے تیرا انکار کیا قیامت تک غالب رکھوں گا۔ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دو تین دفعہ ہوا۔ قرآنِ کریم کی آیت بھی ہے۔ اور 1883ء میں شاید اس وقت پہلی دفعہ ہوا جب آپ کی جماعت کی ابھی بنیاد بھی نہیں پڑی تھی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ضمن میں پھر فرماتے ہیں کہ ’’وہ میرے متبعین کو میرے منکروں اور میرے مخالفوں پر غلبہ دے گا لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ متبعین میں سے ہر شخص محض میرے ہاتھ پر بیعت کرنے سے داخل نہیں ہو سکتا جب تک اپنے اندر وہ اتباع کی پوری کیفیت پیدا نہیں کرتا متبعین میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ...... ایسی پیروی کہ گویا اطاعت میں فنا ہو جاوے اور نقشِ قدم پر چلے۔ اس وقت تک اتباع کا لفظ صادق نہیں آتا۔‘‘ فرماتے ہیں کہ ’’اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسی جماعت میرے لئے مقدر کی ہے جو میری اطاعت میں فنا ہو اور پورے طور پر میری اتباع کرنے والی ہو۔‘‘ فرمایا: ’’یہ ضروری امر ہے کہ میں تمہیں توجہ دلاؤں کہ تم خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرو اور اسی کو مقدم کر لو اور اپنے لئے آنحضرت ﷺ کی پاک جماعت کو ایک نمونہ سمجھو۔ ان کے نقشِ قدم پر چلو۔‘‘ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 596-597)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمارے سے یہ توقعات ہیں۔ اگر ہم حقیقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق جوڑنا چاہتے ہیں تو ہمیں آپ کی توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ حقیقی متبع بننے کے لئے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ بوڑھوں، عورتوں، نوجوانوں کو اپنے جائزے لینے ہوں گے۔ والدین کو اپنے گھروں کی نگرانی کرنی ہو گی۔ بچوں کے اٹھنے بیٹھنے اور نقل و حرکت پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ پیار سے ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے آگاہ کریں۔ یہ ماؤں کا بھی کام ہے، باپوں کا بھی کام ہے۔ ایک احمدی مسلمان اور ایک غیر احمدی مسلمان کے فرق کو واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ کیا فرق ہے۔ اگر ہمارے اندر کوئی واضح فرق نظر نہیں آتا۔ علاوہ ایک نظام کے ہمارے عمل میں بھی ایک واضح فرق ہونا چاہئے۔ اسی طرح جیسا کہ میں نے کہا کہ جماعتی نظام اور تمام ذیلی تنظیموں کو اپنے دائرے میں فعال تربیتی پروگرام بنانے کی ضرورت ہے۔ اگر صرف دولت کمانے اور دنیاوی آسائشوں اور چمک دمک کے حصول میں زندگیاں گزار دیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکر گزاری ہے۔ جن میں سے سب سے بڑی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کرنا ہے، ان کی بیعت میں آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو حقیقی احمدی بننے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے حصہ لیتا رہے۔ آمین

(الفضل انٹرنیشنل جلد 17 شمارہ 20 مورخہ 14 مئی تا 20 مئی 2010 صفحہ 5 تا 8)

(خطبہ جمعہ 23/ اپریل 2010ء)

ابلیس اور حضرت آدم کے درمیاں

بیٹھے ہوئے ہیں شادی و ماتم کے درمیاں
عالم سے دور بیٹھے ہیں عالم کے درمیاں

جنت کی آرزو ہے تو آتش میں کود جا
جنت ملے گی تجھ کو جہنم کے درمیاں

تجھ کو غم معاش ہے مجھ کو غم جہاں
کتنا لطیف بعد ہے غم غم کے درمیاں

جاری ہے آج بھی تو وہی پہلی کشمکش
ابلیس اور حضرت آدم کے درمیاں

روح فنا بقا و لقا کے ہیں مرحلے
حضرت مسیح و یحیٰ و مریم کے درمیاں

آیا خدا بھی دوڑ کے دوڑی جو ہاجرہ
کوہ صفا و مروہ و زمزم کے درمیاں

حائل ہے تیرا پیار ترے پیار کی قسم
زخم دل فسردہ و مرہم کے درمیاں

کچھ بھی نہیں ہے فرق سوا درد کے ظفر
قطرات اشک و قطرۂ شبنم کے درمیاں

حضرت مولانا ظفر محمد ظفر
(روزنامہ الفضل 2 مارچ 1978ء)

بقیہ: فرمان خلیفہ وقت ...... از صفحہ 1

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری کے ساتھ ہے جس میں یہ سمجھا گیا تھا کہ یہودی کی طرف سے آپؐ پر جادو کیا گیا ہے۔ اس وقت یہ دو سورتیں نازل ہوئیں اور آپؐ نے ان کو پڑھ کر پھونکا۔'' یہ آپؓ بیان فرما رہے ہیں کہ یہ کہا جاتا ہے اور ''مفسرین کہتے ہیں کہ چونکہ یہ واقعہ مدینہ میں ہوا تھا اس لیے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس مدنی ہیں۔ بہرحال ترجیح اسی کو دی گئی ہے کہ یہ دونوں سورتیں مدنی ہیں'' یعنی مدینہ میں نازل ہوئیں۔ حضرت مصلح موعودؓ یہ لکھتے ہیں کہ ''یہ مفسرین کا ایک استدلال ہے۔ تاریخی شہادت نہیں۔ گو ہمارے پاس بھی ایسی کوئی یقینی شہادت نہیں کہ جس کی بناء پر ہم کہہ سکیں کہ یہ مکی سورۃ ہے۔ مگر جو استدلال کیا گیا ہے وہ بھی بودا ہے۔'' فضول قسم کا یہ استدلال ہے'' کیونکہ خواہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوتی تب بھی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کے موقع پر اس کو پڑھ کر اپنے اوپر پھونک سکتے تھے۔ پس محض پھونکنے سے یہ سمجھنا کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی تھی یہ استدلال درست نہیں۔''

''...رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا اور لوگوں کا یہ سمجھنا کہ آپ پر یہودیوں کی طرف سے جادو کیا گیا ہے یہ واقعہ جن الفاظ میں روایت کیا گیا ہے وہ الفاظ یہ ہیں'' حضرت مصلح موعودؓ نے یہ الفاظ اسی سورۃ کے تعارف میں بیان کرتے ہوئے لکھے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ ''...چونکہ مفسرین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو ترجیح دی ہے اس لیے ہم صرف اسی روایت کا ترجمہ کرتے ہیں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودیوں کی طرف سے جادو کیا گیا اور اس کا اثر یہاں تک ہوا کہ آپؐ بعض اوقات یہ سمجھتے تھے کہ آپؐ نے فلاں کام کیا ہے حالانکہ وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا۔ ایک دن یا ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ پھر دعا کی اور پھر دعا کی۔ پھر فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ سے جو کچھ میں نے مانگا تھا وہ اس نے مجھے دے دیا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ وہ کیا ہے۔'' جو آپؐ نے مانگا تھا؟ کیا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو؟'' تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس دو آدمی آئے۔ ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس۔ پھر وہ شخص جو میرے سر کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے پاؤں کے پاس بیٹھنے والے کو مخاطب کر کے کہا یا غالباً یہ فرمایا'' (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں یا یہ کہا) '' کہ پاؤں کے پاس بیٹھنے والے نے سر کے پاس بیٹھنے والے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اس شخص (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ) '' کو کیا تکلیف ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا کہ جادو کیا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ کس نے جادو کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ لَبِیْد بن الْاَعْصَم یہودی نے۔ تب پہلے نے کہا کہ کس چیز میں جادو کیا گیا ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا کہ کنگھی اور سر کے بالوں پر جو کھجور کے خوشہ کے اندر ہیں۔ پہلے نے پوچھا یہ چیزیں کہاں ہیں؟ تو دوسرے نے کہا یہ ذی اروان کے کنوئیں میں ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم'' اس کے بعد ''اپنے صحابہؓ سمیت اس کنوئیں کے پاس تشریف لے گئے۔'' پھر واپس آئے تو'' پھر فرمایا اے عائشہ! اللہ کی قسم!! کنوئیں کا پانی یوں معلوم ہوتا تھا جیسے مہندی کے نچوڑ کی طرح سرخ ہوتا ہے۔'''' حضرت مصلح موعودؓ نے آگے اس کی وضاحت لکھی ہے کہ ''(معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں میں یہ رواج تھا کہ جب وہ کسی پر جادو ٹونہ کرتے تھے تو مہندی یا اسی قسم کی کوئی اور چیز پانی میں ڈال دیتے تھے یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ'' یہ ''جادو کے زور سے پانی کو سرخ کیا گیا ہے)'' ایک ظاہری تدبیر وہ کیا کرتے تھے سادہ لوگوں کو بھگانے کے لیے اور وہاں پھر آپؐ نے فرمایا ''اور وہاں کی کھجوریں ایسی تھیں'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''جیسے شیاطین یعنی سانپوں کے سر (اس میں کھجور کے گابھوں کو سانپوں کے سروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے یعنی کھجوریں گابھوں والی تھیں) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے کہا یارسولؐ اللہ! آپؐ نے اس چیز کو جس پر جادو کیا گیا تھا جلا کیوں نہ دیا؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے جب اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی تو میں نے ناپسند کیا کہ کوئی ایسی بات کروں جس سے شر کھڑا ہو...اس لیے میں نے حکم دیا کہ ان اشیاء کو دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کو دبا دیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں'' حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ ''جن دو مردوں کا ذکر آتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو فرشتے تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے گئے۔ اگر وہ انسان ہوتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی نظر آ جاتے۔'' آپؓ فرماتے ہیں ''روایت جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی گئی ہے اس کا صرف اتنا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں کے ذریعہ سے خبر دی کہ یہودیوں نے آپؐ پر جادو کیا ہوا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس طرح جادو کا اثر تسلیم کیا جاتا ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہو بھی گیا تھا۔'' پھر آپؓ کہتے ہیں کہ بہرحال ''...جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جادو ٹونے کی چیزیں نکال کر زمین میں دفن کر دیں تو یہودیوں کو خیال ہو گیا کہ انہوں نے جو جادو کیا تھا وہ باطل ہو گیا ہے'' ختم ہو گیا۔'' ادھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو صحت'' بھی ''عطا فرما دی۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہودی یہ یقین رکھتے تھے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا ہے۔ اس وجہ سے طبعی طور پر ان کی توجہ اس طرف مرکوز ہوئی کہ آپؐ بیمار ہو جائیں۔'' آپؓ لکھتے ہیں کہ ''...اس روایت سے جہاں یہودیوں کے اس عناد کا پتہ چلتا ہے جو ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تھا وہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کو ان تمام باتوں کا علم دے دیا گیا جو یہودی آپؐ کے خلاف کر رہے تھے۔ پس آپؐ کو غیب کی باتوں کا معلوم ہو جانا اور یہودیوں کا اپنے مقصد میں ناکام رہنا آپؐ کے سچا رسول ہونے کی واضح اور بین دلیل ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 539 تا 542)

بہرحال حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس طرح نتیجہ نکالا ہے وہی حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودیوں نے اپنے زعم میں جادو کیا لیکن اس کا کوئی اثر نہیں ہوا اور بیماری جو بھولنے کی بیماری تھی یا جو بھی بیماری تھی اس کی کچھ اَور وجوہات ہو سکتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کی اس کارروائی سے آگاہ فرما کر ظاہری طور پر بھی ان کا جو خیال تھا کہ انہوں نے جادو کیا ہے اس کو بھی ناکام کر دیا اور یہودی جو آپؐ کی بیماری کو دیکھ کر اپنے زعم میں خوش ہو رہے تھے یا یہ مشہور کر دیا تھا یہ باتیں کرتے تھے کہ ہمارے جادو کا اثر ہے جو یہ بیماری چل رہی ہے اس کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8 مارچ 2019ء)

☆...☆...☆

بقیہ: انسان کو ذہنی غلام کون بناتا ہے؟...... از صفحہ 8

قیام۔ اور دوسری جنگ عظیم کے بعد مشرقی یورپ کا اشتراکیت کے زیر اثر آجانا ایک ایسا منفرد واقعہ ہے جب کئی ممالک میں بیک وقت مذہب کے اثر کو ختم کیا گیا بلکہ مذہب کو عام لوگوں کی افیون قرار دیا گیا۔ یہ کوششیں کی گئیں کہ لوگوں کے ذہنوں سے خدا کا تصور بھی ختم ہو جائے۔ ان ممالک میں ریاست کی طاقت مذہب کا مذاق اڑانے کے لئے وقف تھی۔ جہاں تک سوویت یونین کا تعلق ہے تو لینن کے دور میں بھی مذہب پر پابندیاں لگنی شروع ہو گئی تھیں۔ چرچ کی جائیدادیں ضبط کر لی گئی تھیں۔ مذہبی تنظیموں پر پابندیاں لگا دی گئی تھیں۔ لیکن سٹالن کے دور میں مذہب کے تصور کو اور زیادہ سختی سے ختم کیا گیا۔ اور اس مہم کا سب سے زیادہ نشانہ رشین آرتھوڈوکس چرچ اور مسلمان تھے۔ ہزاروں پادریوں کو گولی مار دی گئی۔ ہزاروں لوگوں کو مذہبی خیالات کی پاداش میں کیمپوں میں بھجوا دیا گیا۔ عبادتگاہوں کو ضبط کر لیا گیا اور مذہبی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی گئی۔

لیکن کیا نتیجہ نکلا؟ کیا اس دور میں سوچ اور سوال کرنے کی آزادی بڑھی یا اس پر قدغنوں کے انبار لگا دیئے گئے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس معاشرے میں جسے مذہب سے پاک کیا گیا تھا شہریوں کو سوچ کی یا اظہار خیال کی کوئی آزادی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ خدا کی عبادت پر تو پابندی لگا دی گئی لیکن جب لینن کا انتقال ہوا تو ان کی لاش کو حنوط کر کے مستقل نمائش کے لئے رکھ دیا۔ اور شہری اس لاش کی زیارت کرتے تھے۔ جس طرح بعض لوگ مزاروں کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ روس کے عیسائی گھروں میں اور پبلک مقامات پر روایتی طور پر حضرت عیسیٰؑ کی شبیہ آویزاں کرتے تھے۔ ان تصویروں کو تو اتار دیا گیا لیکن یہ دیواریں خالی نہیں رہیں۔ ان پر لینن اور سٹالن کی بڑی بڑی تصویریں آویزاں کر دی گئیں۔ کمیونسٹ لیڈروں کے بڑے بڑے مجسمے ہر جگہ اتنی بڑی تعداد میں نصب کئے گئے جو کسی بت پرست قوم نے بھی نصب نہیں کئے۔

اس موضوع پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ تفصیلات نوبل انعام یافتہ مصنف الیگزینڈر سولزینٹسن [Aleksandr] Solzhenitsyn] کی کتاب Gulag Archipelago میں بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ اگر کوئی پرائیویٹ خط میں بھی سٹالن کی پالیسی یا کیمونزم پر تنقید کرتا تو اسے گرفتار کر کے دس سال کے لئے جبری مشقت کے کیمپ میں بھجوا دیا جاتا۔ کوئی دشمن کی مشینوں کی تعریف کرتا تو دس سال کے لئے قید اس کا مقدر بن جاتی۔ جو کوئی کیمونسٹ نظریات سے اختلاف کرنے کی جرأت کرتا تو اسے ریاست کا دشمن قرار دیا جاتا اور جبری مشقت کے کیمپ بھجوا دیا جاتا۔ ہر چھپنے والے حرف کو پرکھا جاتا کہ اس میں اشتراکی نظریات کے خلاف تو کچھ نہیں لکھا جا رہا۔ اب اتنے تاریخی حقائق سامنے آچکے ہیں کہ اس پہلو پر کسی بحث کی بھی ضرورت نہیں کہ ان ممالک میں جب سرکاری طور پر مذہب کو شجر ممنوعہ قرار دیا گیا تو اس کے نتیجے میں ان ممالک کے شہریوں کو سوچنے اور سوال کرنے کی کوئی آزادی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اشتراکی فلسفے نے یہ نعرہ بلند کیا کہ ہم لوگوں کو مذہب کی غلامی سے نجات دلا رہے ہیں اور اس کے بعد لوگوں کو اپنے نظریات کا غلام بنا لیا۔ دہریہ فلاسفر مذہب کی شدید مخالفت کرتا ہے کیونکہ جب تک لوگوں کے ذہنوں میں خدا تعالیٰ کا تصور موجود ہے وہ اپنے جیسے انسانوں کی مکمل ذہنی غلامی پر آمادہ نہیں ہو سکتے۔ اور دہریہ فلاسفر انسانیت کو اپنا مکمل غلام بنانا چاہتا ہے۔

تبرکات

ہستی باری تعالیٰ

(آخری قسط نمبر 6)

(حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ)

تیرھویں دلیل

دنیا یا تو قدیم ہے یا حادث۔ اگر کہو کہ قدیم ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے کیونکہ قدیم وہ چیز ہوسکتی ہے جو کسی اور کی محتاج نہ ہو کیونکہ جس چیز کا قیام دوسروں کے سہارے ہو وہ قدیم کس طرح ہوسکتی ہے۔ ادھر ہم دنیا کی چیزوں کو دیکھتے ہیں کہ سب کی سب محتاج ہیں۔ زمین اناج اگاتی ہے۔ لیکن اس میں بھی وہ پانی کی محتاج ہے۔ اگر پانی نہ برسے تو زمین اکیلی کیا کر سکتی ہے۔ پانی کھیتیوں کو فائدہ دیتا ہے لیکن اکیلا کچھ نہیں کرسکتا ہے۔ اگر زمین سے خوراک نہ پہنچے تب بھی درخت نہ اُگیں۔ یا اگر سورج گرمی نہ پہنچائے تب بھی اناج پیدا نہ ہو۔سو پانی بھی مستقل حیثیت نہیں رکھتا۔ اسی طرح سورج گرمی پہنچاتا ہے مگر ہوا کا محتاج ہے۔ اگر ہوا نہ ہو تو اس کی شعاعیں ہم تک نہ پہنچیں۔غرض دنیا کی ہر چیز محتاج ہے اور کوئی محتاج قدیم نہیں ہوسکتا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ دنیا کی ہر چیز حادث ہے۔تو جب حادث ہوئی تو کوئی ان کا محدث ہونا چاہئے اور جو ہستی اتنے بڑے عظیم الشان کارخانہ کی محدث ہو وہی عبادت اور پرستش کے لائق ہے اور اسی کو مذہبی اصطلاح میں خدا کہتے ہیں۔

چودھویں دلیل

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی مصنوع بغیر صانع کے نہیں۔ دیکھو اگر جنگل میں ہم کو ایک صندوق مل جائے۔ گو اس کے بنانے والے کو ہم نے نہیں دیکھا اور نہ وہ صندوق ہمارے سامنے بنایا گیا تب بھی ہم یہی یقین کریں گے کہ ضرور اُسے کسی نہ کسی نے بنایا ہے۔غرض ایک ادنیٰ سے ادنیٰ چیز بھی جب ہمارے سامنے آوے گی تو ہم اسے دیکھتے ہی اپنے دل میں اس خیال کو جگہ دیں گے کہ اسے کسی نے بنایا ہے اور یہ خودبخود نہیں بنی۔ اور اس بات میں ایک دہریہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہے۔ وہ جب کوئی عمارت بنی ہوئی دیکھتا ہے تو اسے بھی یہی یقین ہوتا ہے کہ یہ خودبخود نہیں بنی بلکہ اس کا کوئی بنانے والا ہے۔ حالانکہ اس نے اس کے بنانے والے کو نہیں دیکھا ہوتا۔سو جب ہماری فطرت یہی یقین رکھتی ہے کہ ہر مصنوع کا کوئی نہ کوئی صانع ضرور ہوتا ہے۔ اور ہمارا مشاہدہ بھی یہی کہتا ہے تو پھر دہریوں کا یہ کہنا کہ اتنے بڑے نظام کا کوئی خالق نہیں اور یہ تمام دنیا خودبخود ہے۔ زمین، سورج، چاند وغیرہ آپ ہی آپ ہیں کیسا غلط اور فطرت کے خلاف عقیدہ ہے۔ جب ایک قلم ایک دوات ایک کاغذ بھی بغیر بنانے والے کے نہیں بنتا تو اتنا بڑا انظام اور ایسا پُرحکمت انتظام کس طرح بغیر صانع اور خالق کے قائم ہے۔ اگر یہ کہیں کہ ہم مکانوں اور عمارتوں کو بنتا دیکھتے ہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ان کو کسی نے بنایا ہوگا لیکن دہریوں کی یہ بات بالکل لغو ہے۔کیا مصر کے میناروں کے معمار کسی نے دیکھے ہیں۔ ہرگز نہیں۔لیکن پھر بھی دہریہ تک مانتے ہیں کہ وہ مینار بھی کسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ پھر ایک اور بات سنو۔کیا ایسی ایجاد جو پہلے کسی نے نہ کی ہو وہ ایک دہریہ کو دکھائی جاوے تو کیا دہریہ اقرار کرے گا کہ یہ خودبخود ہے۔ ہرگز نہیں۔کیا فونو گراف جو دنیا میں پہلے کسی نے نہیں بنایا۔کیا پہلے پہل جب کوئی دہریہ اسے دیکھتا ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ وہ خودبخود ہے۔ ہرگز نہیں۔

غرض یہ بات صاف ظاہر ہے کہ کوئی چیز بغیر صانع کے نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ کہنا کہ دنیا خودبخود ہے اور کوئی اس کا پیدا کرنے والا نہیں ایک

بالکل غلط بات ہے۔ علاوہ ازیں ایک مثال پر غور کرو۔ ایک شخص ایک کاغذ پر سیاہی گری ہوئی دیکھتا ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ کسی انسان نے گرائی ہوگی مگر ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا ہے کہ شاید کسی چوہے وغیرہ نے دوات اُلٹا دی ہو۔لیکن اگر اس کاغذ پر تین چار سطریں لکھی ہوئی ہوں خواہ وہ ایسی زبان میں کیوں نہ ہوں جس کو دیکھنے والا نہیں سمجھتا تب بھی یہی یقین کرے گا کہ یہ صرف انسان کا فعل ہے کسی جانور کا نہیں۔ یہ اسی لئے کہ سطروں کا لکھنا ایک اعلیٰ کام ہے اور ترتیب پر مبنی ہے۔

سو جس طرح ایک شخص تین چار سطروں کو دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس ترتیب کا ضرور کوئی مرتب ہونا چاہئے۔ اسی طرح ہم بھی جب دنیا اور نظام عالم کو دیکھتے ہیں تو ہم بھی اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ایسے پُرحکمت اور مرتب نظام کا بھی کوئی پیدا کرنے والا ہے اور اسی کو ہم خدا کہتے ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

(الفضل قادیان 9فروری 1915)

تعارف سورۃ العنکبوت (29ویں سورۃ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 89 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003ء

مترجم: وقار احمد بھٹی

وقت نزول اور سیاق و سباق

اکثر مسلمان علماء نے اس سورۃ کے نزول کا وقت مکی دور کا وسط یا نصف آخر بتایا ہے۔اس سورۃ کا عنوان اس کی آیت 42 سے لیا گیا ہے جہاں متعدد خداؤں کو ماننے والوں کے عقیدہ کا جھوٹ اور بودہ پن ایک نہایت خوبصورت تشبیہ سے ظاہر کیا گیا ہے کہ ایسے عقائد کمزور اور نازک ہونے کی ایسی حالت میں ہیں جیسے مکڑی کا جالا ہوتا ہے اور معقول تنقید کا سامنا بھی نہیں کر سکتے۔ گزشتہ سورۃ کا اختتام اس بیان پر ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ ایک فاتح کی حیثیت سے اپنے آبائی وطن (مکہ) میں واپس لوٹیں گے۔ جہاں سے آپ کو تن تنہا نکلنا پڑا جبکہ آپ کے سر کی قیمت لگائی جا چکی تھی۔ اس سورۃ میں مومنوں کو یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ طویل اور سخت محنت اور مشکلات اور مصائب برداشت کرنا کامیاب زندگی کے لئے ایک شرطِ لازم ہے۔

مضامین کا خلاصہ

اس سورۃ میں یہ مضمون مزید صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ مومنوں پر جو عظیم افضال اور نعمتیں نازل ہوتی ہیں اس دنیا میں اور اگلے جہان میں وہ اپنے ایمان کے سخت امتحان کے بغیر انہیں نصیب نہیں ہوتیں۔ وہ آگ اور خون کے شدائد اور مصائب سے گزر کر انہیں پاتے ہیں۔ یہ سچی اور حقیقی توبہ سے اور عاجزی والے دل سے خدا کی طرف جھکنے سے اور اپنی زندگی میں ایک حقیقی پاک تبدیلی سے ہی ممکن ہے کہ انسان خدا کی مغفرت حاصل کرے اور الٰہی افضال اور نعمتوں کے وارث بنتے ہیں۔مومنوں پر ہونے والے ظلم و تعدی کے بارے میں یہ سورۃ بتاتی ہے کہ کسی بھی قسم کی سختیاں اور مصائب جو خدا کے راستے میں حائل ہوں انہیں سچائی کے راستے سے متزلزل نہیں کرسکتی اور انہیں تاکیدی نصیحت کی گئی ہے کہ خدا سے اپنی وفاداری کو والدین کی اطاعت سے بالا رکھیں جب بھی دونوں محبتوں کا ٹکراؤ ہو۔

بعد ازاں انبیاء کی زندگی کے بارے میں مختصر حالات بیان ہوئے ہیں جن میں حضرت نوح، حضرت ابراھیم، حضرت لوط اور چند دیگر انبیاء شامل ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ ظلم و تعدی سچائی کے راستے میں حائل نہیں ہوسکتی اور مذہبی معاملات میں زبردستی کے بھیانک نتائج نکلتے ہیں اور ایک قوم کو مستقل طور پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ زبردستی مسلط کئے گئے خیالات کے مطابق چلیں۔ اس سورۃ میں مزید بتایا گیا ہے کہ متعدد خداؤں کو ماننے والے، مکڑی کے جالے کی طرح کمزور عقائد رکھتے ہیں اور معقول اور گہری جانچ پڑت کرنے والی تنقید کا سامنا نہیں کر سکتے۔ لہٰذا کفار کے پاس کوئی دلیل اور وجہ نہیں ہے کہ وہ اپنے مشرکانہ عقائد کا پرچار کریں جبکہ قرآن کریم جیسی (عظیم الشان) کتاب نازل ہو چکی ہے جو جملہ اخلاقیات کو سمیٹے ہوئے ہے اور انسانی ضروریات کے عین مطابق ہے اور ایسی طاقت رکھتی ہے کہ انسان کو اعلیٰ اخلاقی معیار تک بلند کر سکے۔ پھر اس سورۃ میں اکثر دہرائے جانے والے کفار کے اعتراضات کی تردید کی گئی ہے کہ قرآن کریم آنحضرت ﷺ نے خود بنایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم ایک الٰہی معجزہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ پھر کفار کے نشان مانگنے اور معجزہ طلب کرنے کے جواب میں اپنے اختتام پر یہ سورۃ مسلمانوں کو تسلی دیتی ہے کہ اگر وہ اس ظلم و تعدی کے مقابل پر ثابت قدم رہیں گے، جس کا انہیں نشانہ بنایا جارہا ہے تو ایک عظیم الشان اور روشن مستقبل ان کا مقدر ہے۔

اس سورۃ کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے دفاع کے لئے تلوار اٹھانی ہوگی اور برائی کی طاقت کے خلاف بھرپور جہاد کرنا چاہیئے۔ مگر اصل جہاد کے بارے میں یہ سورۃ بتاتی ہے کہ وہ صرف قتل کرنے یا اپنی جان دینے تک محدود نہیں ہے بلکہ حقیقی جہاد خدا کی رضا کے حصول کے لئے ہے اور قرآنی تعلیم کے پرچار میں ہے۔

تعارف صحابہؓ

حضرت چودھری فضل داد صاحب رضی اللہ عنہ۔ چک 146 ر ب کھیوہ ضلع فیصل آباد

مرتبہ: غلام مصباح بلوچ

حضرت چودھری فضل داد صاحب رضی اللہ عنہ ولد قطب دین صاحب جٹ اصل میں موضع سرے دانی (Surmedani) ضلع نارووال (اُس زمانے میں یہ گاؤں تحصیل شاہدرہ ضلع شیخوپورہ میں تھا) کے رہنے والے تھے، انگریز دور میں جب نہری نظام کے ذریعے زمینیں آباد ہوئیں تو آپ موضع چک 146 ر ب کھیوہ ضلع فیصل آباد منتقل ہو گئے اور پھر ساری زندگی وہیں گذاری۔ آپ اندازاً 1872ء میں پیدا ہوئے اور 1895ء میں بیعت کی توفیق پائی، آپ بیان کرتے ہیں:

’’میں جلسہ 1895ء میں سید محمد علی شاہ صاحب ساکن کلاس والہ کے کہنے پر قادیان گیا۔ اُنھوں نے بتایا کہ ایک صبح کو وہ سیالکوٹ گئے تو ایک شخص کو دیکھا کہ وہ چبوترہ پر بیٹھا ہے، پاس ہی حقہ ہے۔ خط لکھ رہا ہے۔ مَیں نے پوچھا کہ حقہ پی لوں؟ اُنھوں نے اجازت دی۔ مَیں نے پوچھا کہ کیا لکھتے ہو؟ اُس نے کہا کہ مجھے قولنج کی درد تھی، حکماء یونانی اور ڈاکٹری کا علاج کرایا فائدہ نہ ہوا، آخر منت مانی کہ خدایا اگر مرزا غلام احمد قادیانی تیری طرف سے ہے اور سچا ہے تو مجھے اس درد سے شفا دے تو میں اُن کی خدمت میں بمعہ اہل و عیال حاضر ہوں گا چنانچہ اسی رات غنودگی میں دیکھا کہ ایک شخص جس کا حلیہ حضرت صاحب کا تھا، آیا اور مجھے کہا کہ اے شخص خدا نے تجھے اس بیماری سے شفا دے دی ہے، اب اپنا عہد پورا کر۔ اُسی وقت مجھے اس درد سے آرام آ گیا۔ شاہ صاحب نے بعد میں آ کر بیعت کر لی، مَیں نے اُس وقت بیعت نہیں کی تھی۔ (مَیں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ مجھے سید محمد علی شاہ صاحب نے ایسا ہی بتایا ہے۔ اے خدا! اگر میں جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لے رہا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔)

سید محمد علی شاہ صاحب کے اس بات کے کہنے سے مجھے حضرت صاحب کے دیکھنے کا شوق ہو گیا، چنانچہ گیا۔ ان دنوں جلسہ سالانہ پر بہت تھوڑے آدمی ہوتے تھے ..... جلسہ مسجد اقصیٰ میں تھا .....‘‘

(الحکم 7/ اگست 1935ء صفحہ 5)

رجسٹر روایات صحابہ میں محفوظ آپ کی بیان کردہ روایات یوں درج ہیں:

’’میں تحقیق حق کے لئے 1895ء یا 1896ء میں قادیان گیا اور وہاں مجھ پر حق کھل گیا تو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولانا مولوی نور الدین صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک روپیہ نذرانہ پیش کیا (کیونکہ میں نے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خیال کیا) مولوی صاحب نے حاضرین کو فرمایا کہ مجھے اس روپیہ کی بڑی ضرورت تھی اور خدا نے اچھے موقع پر دیا ہے۔ مولوی صاحب چونکہ طبیب تھے اور انھوں نے خیال کیا کہ یہ شخص مریض ہے اور مجھ سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا بیماری ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں بیمار نہیں ہوں، صرف بیعت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ مولوی صاحب نے روپیہ مجھے واپس دے دیا اور فرمایا کہ بیعت لینے والا اور ہے، میں نہیں ہوں۔ پھر میں نے ایک شخص کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں رہتا تھا کہا کہ میری بیعت کروا دو۔ اس شخص نے کہا کہ جس وقت حضرت صاحب سیر سے واپس تشریف لا کر مسجد مبارک کی سیڑھیوں کے راستہ گھر کو تشریف لے جاویں اس وقت بیعت کے لئے عرض کرنا۔ چنانچہ میں ایک روز جب حضور سیر سے واپس تشریف لا کر گھر کو جانے لگے تو میں مسجد مبارک میں گھر کے اندر جانے والے دروازہ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ جب حضور تشریف لائے اس وقت مصافحہ کیا، نذرانہ دیا اور بیعت کرنے کے لئے عرض کیا۔ حضور نے ایک شخص کو فرمایا کہ بعد نماز مغرب ان کو بیعت کروا دینا چنانچہ بعد نماز مغرب حضرت اقدس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دس شرائط بیعت دہرا کر مجھ سے بیعت لے لی۔ چنانچہ جب میں قادیان سے واپس اپنے چک نمبر 146 میں آیا تو مجھے ایک سید مسمی دولت شاہ ساکن ضلع سیالکوٹ نے یہ کہا کہ تم جس شخص کی بیعت کر کے آئے ہو نہ ہی وہ شفاعت کے قائل ہیں اور نہ ہی نبیوں کے معجزات کے قائل ہیں۔ چنانچہ قادیان حضور کی خدمت میں خط لکھا گیا۔ وہاں سے جو خط آیا وہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحومؓ کے ہاتھ کا حسب ذیل مضمون کا لکھا ہوا پہنچا۔ ’’جو شفاعت کا قائل نہیں وہ بھی کافر، جو انبیاء کے معجزات کا قائل نہیں وہ بھی کافر، حقیقی مردے زندہ نہیں ہو سکتے، باقی دشمنوں کی زبان کو کون روکے؟‘‘

ایک دفعہ میں حضور کے ملنے کے لئے قادیان گیا۔ سن یاد نہیں۔ مسجد مبارک میں ان دنوں ایک لائن میں پانچ آدمی کھڑے ہوتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد حضور مسجد میں ٹھہر گئے (نماز صبح مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے پڑھائی تھی) فرمایا۔ اللہ رحم کرے بارشیں بہت ہو گئی ہیں۔ سردی زیادہ پڑے گی اور طاعون بھی زیادہ پھیلے گی۔ ان دنوں طاعون کی پیشگوئی شائع ہو کر قادیان سے باہر طاعون پھیلی ہوئی تھی۔

’’ایک دفعہ جب مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو ’’کاربنکل‘‘ کا پھوڑا نکلا ہوا تھا اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب علاج کر رہے تھے۔ صبح کے وقت حضور نے میرے سامنے یہ فرمایا کہ رات کو خواب میں مجھے اپنے بھائی غلام قادر ملے ہیں۔ اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ مولوی عبدالکریم صاحب کو صحت ہو جاوے گی مگر مولوی صاحب فوت ہو گئے۔‘‘

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 130،131)

اخبار بدر یکم نومبر 1906ء صفحہ 14 پر چک 146 کھیوہ ضلع لائل پور کے 30 سے زائد افراد کے نام بیعت کنندگان میں درج ہیں جن میں آپ دونوں میاں بیوی کا نام بھی شامل ہے۔ آپ اپنی جماعت کے سیکرٹری تھے، ناظر صاحب بیت المال قادیان ایک جگہ رپورٹ میں لکھتے ہیں: ’’چک 146 کھیوہ۔ چودھری فضل داد صاحب والد ڈاکٹر نور احمد صاحب سیکرٹری ہیں اور آپ کا ہی چندہ زیادہ ہوتا ہے، دو تین احباب دوسرے بھی ہیں....‘‘ (الفضل 21/ جنوری 1930ء صفحہ 25)

آپ نے 3/ اپریل 1950ء کو وفات پائی، اخبار الفضل میں وفات کی خبر یوں درج ہے:

’’مکرمی چودھری فضل داد صاحب جو چک 146 رکھ برانچ موسومہ کھیوہ تحصیل و ضلع لائل پور کے رہنے والے تھے، ساڑھے تین ماہ لگاتار دمہ کی بیماری سے بیمار رہ کر 3/ اپریل 1950ء بوقت صبح اپنے چک میں 78 سال کی عمر میں فوت ہو گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے 1895ء سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ مرحوم موصی تھے، 1938ء میں وصیت کی اور اپنی جائیداد ملکیتی .... اپنی زندگی میں ہی بحق صدر انجمن احمدیہ کر کے قبضہ دے دیا تھا۔ مرحوم بہت بڑے مخلص اور اعلیٰ درجہ کے صالح انسان تھے..... آپ کا جنازہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے ربوہ میں پڑھایا، اہالیان ربوہ کی بہت بڑی تعداد نے جنازہ میں شامل ہو کر مرحوم کے لیے دعا کی۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بوجہ درد نقرس کے جنازہ نہ پڑھا سکے۔ مرحوم کو موصیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا.....‘‘

(الفضل 11/ اپریل 1950ء صفحہ 4)

آپ کی اہلیہ حضرت برکت بی بی صاحبہ بھی صحابیہ تھیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ ’’ایک دفعہ جبکہ بارش کے بعد آسمان پر قوس قزح پیدا ہوئی تو حضرت مبارکہ بیگم صاحبہ نے حضرت اقدسؑ سے پوچھا کہ یہ کیوں ہوتی ہے.... چنانچہ بعد میں حضور نے اس کی تشریح فرمائی کہ یہ روشنی کے رنگ ہیں۔‘‘ (الحکم 7/ اگست 1935ء صفحہ 5) حضرت برکت بی بی صاحبہ نے 23/ نومبر 1935ء کو بعمر 50 سال وفات پائی اور بوجہ موصیہ (وصیت نمبر 2256) ہونے کے بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئیں۔ آپ کی اولاد میں سے جن کا علم ہوا ہے اُن میں ایک بیٹے محترم ڈاکٹر نور احمد صاحب نے مورخہ 9/ ستمبر 1951ء بعمر 53 سال وفات پائی اور بوجہ وصیت بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ ایک اور بیٹے چودھری سید احمد صاحب (ولادت: 1900ء۔ وفات: 11/ دسمبر 1969ء) بھی بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہیں، ان کی اہلیہ محترمہ محمد بی بی صاحبہ ناصر آباد ربوہ نے مورخہ 21/ دسمبر 1993ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئیں۔

☆...☆...☆

آج کی دعا

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ

(سنن ترمذی، ابواب الدعوات حدیث نمبر ۳۵۹۱)

ترجمہ: اے میرے اللہ! میں برے اخلاق اور برے اعمال سے اور بری خواہشات سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

یہ پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی برے اخلاق اور گناہوں سے بچنے کی دعا ہے۔

حضرت زیاد بن علاقہ اپنے چچا قطبہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ

مرسلہ: قدسیہ محمود سردار

مرسلہ: ابو نائل

انسان کو ذہنی غلام کون بناتا ہے؟ مذہب یا دہریت

حال ہی میں ایک ویڈیو منظر عام پر آئی۔ اس ویڈیو میں مکرم ڈاکٹر پرویز ہود بھائی نے ایک شاعر محترم فقیر سائیں صاحب کا انٹرویو لیا ہے۔ ڈاکٹر پرویز ہود بھائی پاکستان میں فزیکس کے نامور پروفیسر ہیں۔ اور ان کے متعدد تحقیقاتی مقالہ جات بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر ہود بھائی پاکستان میں تعلیمی نظام کو بہتر بنانے کے لئے کئی دہائیوں سے کوشاں ہیں۔ ان کا نام نامی پاکستان کے علمی حلقوں میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔

کیا مذہب سوال کرنے سے روکتا ہے؟

اس انٹرویو میں ان دونوں حضرات نے اس رائے کا اظہار کیا کہ پاکستانیوں میں بالعموم اور طلباء میں بالخصوص سوال کرنے کی عادت ختم ہو گئی ہے۔ اور ان کی طبیعتوں میں تجسس بالکل نہیں رہا۔ اس کا نتیجہ سائنسی اور ذہنی پسماندگی کی صورت میں نکل رہا ہے۔ اور دونوں اس بات پر متفق تھے کہ اس پسماندگی کی وجہ مذہب کا اثر ہے۔ کیونکہ مذہب اطاعت کا سبق دیتا ہے اور صرف اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ ’’مانو‘‘، اس لئے جب کوئی سوال اُٹھائے تو یہ طعنہ دیا جاتا ہے کہ یہ تو ابلیس کے نرغے میں آ گیا ہے۔

اس انٹرویو کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں:

ہود بھائی: اب سائنس کی بنیاد بھی تو تجسس ہے نا، ہم جاننا چاہتے ہیں کہ ایسا کیوں ہے اور ایسا کیوں ہے اور اس کے پیچھے جو وجوہات ہیں، وہ تلاش کرتے ہیں۔ لیکن جب ایمان ہم پر حاوی ہو جاتا ہے تو پھر وہ سوچنے سمجھنے اور سوال کرنے کی صلاحیتیں مفقود ہو جاتی ہیں۔۔۔۔

اس چوکھٹ کے اندر آپ رہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، اس کے باہر دیکھنا ہے اس طرف دیکھنا ہے یا اس طرف دیکھنا ہے۔ پھر وہ ایک اچھی چیز نہیں سمجھی جاتی۔ یہاں تک کہ اسکو کفر بھی کہا جاتا ہے۔

پھر یہ مکالمہ اس طرح جاری رہا:

فقیر سائیں: اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگ جو لکھتے ہیں جو شاعر ہیں، اگر ہم تجسس کو بڑھاوا دے رہے ہیں اور پرموٹ کر رہے ہیں تو یہ ہماری طرف سے بڑی خدمت ہو سکتی ہے، معاشرے کی۔ چاہے کوئی ہماری بات سنے یا نہ سنے، مانے یا نہ مانے، لیکن ہم نے یہ کام کرتے جانا ہے۔

ہود بھائی: مگر لوگ کہتے ہیں یہ تو پھر ابلیس کے نرغے میں آ گئے، شیطان آپ کو اکساتا ہے سوال کرنے پر۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ مجھے کچھ یاد آ رہا ہے آپ نے کچھ لکھا بھی تھا نا اس کے اوپر؟

ہمیں خوشی ہے کہ خود مکرم ڈاکٹر پرویز ہود بھائی نے فرمایا کہ ہر چیز کے بارے میں سوالات اٹھانا ضروری ہے۔ ہم اسی کلیہ کو ان کے نظریات پر لاگو کر کے ان کے اور فقیر سائیں صاحب کے نظریات کے بارے میں چند سوالات اُٹھائیں گے اور حقائق کی روشنی میں ان کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

کیا مذہب سوال کرنے سے روکتا ہے؟

سب سے پہلے ہم یہ جائزہ لیں گے کہ اس بارے میں اسلامی تعلیم کیا ہے؟ اور جب اسلامی تعلیم کی بات ہو تو لازمی طور پر پہلے قرآن کریم کے احکامات کا جائزہ لینا ہوگا۔ سب سے پہلے یہ جائزہ لیتے ہیں کہ قرآن کریم سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ کیا علم بڑھانے کے لئے سوال کرنے کی ممانعت کی گئی ہے؟ کیا عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کیا کرتے تھے؟ اس سے سلسلہ میں چند آیات کریمہ درج کی جاتی ہیں۔

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ [المعارج 2]

ترجمہ: کسی پوچھنے والے نے ایک لازماً واقع ہونے والے عذاب کے بارے میں پوچھا۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ۔۔۔[البقرہ 187]

ترجمہ: اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں۔ تو میں قریب ہوں۔۔

يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ[القیامہ 7]

ترجمہ: وہ پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہوگا؟

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا[الاحزاب 64]

ترجمہ: لوگ تجھ سے ساعت کے متعلق پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ اور تجھے کیا چیز سمجھائے کہ شاید ساعت قریب ہو۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا [النازعات۔42]

ترجمہ: وہ قیامت کی گھڑی کے متعلق تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کب برپا ہوگی۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا [طٰہٰ۔106]

ترجمہ: وہ تجھ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کر دے گا۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا [الکہف۔ 84]

ترجمہ: وہ تجھ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہہ دے میں ضرور اس کا کچھ ذکر تم پر پڑھوں گا۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا [الاسراء۔86]

ترجمہ: اور وہ تجھ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں تو کہہ دے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں معمولی علم کے سوا کچھ نہیں دیا گیا۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ۔۔۔[الانفال۔2]

ترجمہ: وہ تجھ سے اموال غنیمت سے متعلق سوال کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي۔۔۔[الاعراف۔188]

ترجمہ: وہ تجھ سے قیامت سے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب اسے بپا ہونا ہے۔ تو کہہ دے کہ اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے۔۔۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ۔۔۔۔۔[المائدۃ۔5]

ترجمہ: وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے۔۔۔۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ۔۔۔[البقرۃ۔223]

ترجمہ: وہ تجھ سے حیض کی حالت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ یہ ایک تکلیف [کی حالت] ہے۔۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى [البقرہ 221]

ترجمہ: وہ تجھ سے یتامیٰ کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔۔۔۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ [البقرۃ:220]

ترجمہ: وہ تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تو کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ [بھی] ہے۔ اور لوگوں کے لئے فوائد بھی۔ اور دونوں کا گناہ [کا پہلو] ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے۔ اور وہ تجھ سے [یہ بھی] پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ ان سے کہہ دے کہ [ضروریات میں سے] جو بھی بچتا ہے۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے [اپنے] نشانات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم تفکر کرو۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ۔۔۔[البقرہ 218]

ترجمہ: وہ تجھ سے عزت والے مہینے یعنی اس میں قتال کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ [البقرۃ:216]

ترجمہ: وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔ تو کہہ دے کہ تم اپنے مال میں سے جو کچھ بھی خرچ کرنا چاہو تو والدین کی خاطر کرو اقرباء کی خاطر اور یتیموں کی خاطر اور مسکینوں کی خاطر اور مسافروں کی خاطر۔ اور جو نیکی بھی تم کرو تو اللہ یقیناً اس کا خوب علم رکھتا ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ۔۔[البقرۃ:190]

ترجمہ: وہ تجھ سے پہلی تین راتوں کے چاند کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تو کہہ دے یہ لوگوں کے لئے اوقات کی تعیین کا ذریعہ ہیں اور حج کی [تعیین] کا بھی۔

اوپر درج کی گئیں آیات کریمہ سے واضح ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر طرح کے سوالات کئے جاتے تھے۔ آپ سے یہ سوال بھی کیا جاتا تھا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ سے دریافت کیا جاتا تھا کہ عذاب کب آئے گا؟ آپ سے چاند کی تاریخوں کے متعلق سوالات کئے جاتے تھے۔ آپ سے حرمت کے مہینوں کے بارے میں سوالات کئے جاتے تھے۔ آپ سے مالی امور کے بارے میں سوالات کئے جاتے تھے۔ آپ سے تاریخی واقعات کے بارے میں سوالات کئے جاتے تھے۔ حیض جیسے مسائل تک کے بارے میں سوالات کئے گئے۔ الغرض قرآن کریم گواہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر قسم کے سوالات کئے جاتے تھے۔ اور ان مذکورہ سوالات کے جواب میں یہ نہیں کہا گیا کہ تمہیں سوالات کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ ان کے جوابات قرآن کریم میں درج ہیں۔ صرف ان سوالات کرنے سے منع کیا گیا جن کے نتیجہ میں انسان مشکل

میں مبتلا ہوں۔[سورۃ المائدہ 102]۔

اس انٹرویو میں مکرم ڈاکٹر پرویز ہود بھائی صاحب نے فرمایا تھا ’’لیکن جب ایمان ہم پر حاوی ہوجاتا ہے تو پھر وہ سوچنے سمجھنے اور سوال کرنے کی صلاحیتیں مفقود ہوجاتی ہیں‘‘۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایمان سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اور آپ کے صحابہ کے ذہنوں پر حاوی تھا۔ لیکن یہ مثالیں واضح کرتی ہیں کہ ان میں سوال کرنے کی صلاحیت تو مفقود نہیں ہوئی تھی۔ کسی بھی نظریہ کو تسلیم کرانے کے لئے شواہد پیش کرنے پڑتے ہیں۔ مکرم ڈاکٹر پرویز ہود بھائی اور مکرم فقیر سائیں صاحب نے ایک نظریہ پیش کیا لیکن اس کے حق میں کوئی ثبوت پیش نہیں کئے۔ اور یہ آیات اس نظریہ کو غلط ثابت کر رہی ہیں۔

کیا مذہب تبادلہ خیالات اور غور وفکر سے روکتا ہے؟

اب ہم ایک مختلف پہلو سے اس بحث کا تجزیہ کرتے ہیں۔ کیا قرآن کریم کے مطابق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کئے جاتے تھے کہ دوسروں سے سوالات کرنے کی ترغیب بھی دی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ ہوں

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ[سورۃ النحل۔44]

ترجمہ: پس اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ[سورۃ الانبیاء۔8]

ترجمہ: پس اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔

سَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمْ آتَيْنَاهُمْ مِنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ۔۔۔۔۔ [سورۃ البقرہ 212]

ترجمہ: بنی اسرائیل سے پوچھ لے ہم نے ان کو کتنے ہی کھلے کھلے نشان دیئے تھے۔

ان مثالوں سے واضح ہے کہ قرآن مجید میں دوسروں سے سوالات کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کیونکہ سوالات کرنے سے ہی تبادلہ خیالات ہوتا ہے اور عقل اور علم ترقی کرتے ہیں۔ مکرم ڈاکٹر پرویز ہود بھائی نے فرمایا ہے کہ جو سوال کرے اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ابلیس کے نرغے میں آ گیا۔ مجھے علم نہیں کہ وہ کس مذہب کی بات کر رہے ہیں۔ قرآن کریم تو اپنے تابعین کو سوالات کرنے کی تعلیم دے رہا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے مطابق تو ابلیس نے کوئی سوال کیا ہی نہیں تھا۔ اس نے کسی سوال اور جواب کے بغیر اظہار تکبر کیا تھا۔ البتہ فرشتوں نے آدم کی تخلیق کے وقت یہ سوال کیا تھا۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ۔۔۔۔[البقرہ 31]

ترجمہ: اور [یاد رکھ] جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا یقیناً میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا تو اس میں وہ بنائے گا جو اس میں فساد کرے اور خون بہائے جبکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ہم تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔۔۔۔

قرآن کریم کی رو سے حضرت آدم کی تخلیق کے وقت فرشتوں نے سوال کیا تھا اور ابلیس نے بغیر کسی سوال کے صرف تکبر کا اظہار کیا تھا۔ تو یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ جو سوال کرنا ابلیس کی پیروی کرنا ہے۔

اگر یہ بات درست ہوتی کہ مذہب صرف یہ تاکید کرتا ہے کہ تم صرف مانو اور سوال اور تجسس سے منع کرتا ہے تو قرآن کریم میں بار بار غور وفکر کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ[سبا۔34۔ 47]

ترجمہ: تو کہہ دے کہ میں محض تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم دو دو اور ایک ایک کر کے اللہ کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔ پھر خوب غور کرو۔ تمہارے ساتھی کو کوئی جنون نہیں۔ وہ تو محض ایک سخت عذاب سے پہلے تمہیں ڈرانے والا بن کر آیا ہے۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ[البقرہ 220]

ترجمہ: اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے [اپنے] نشانات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم تفکر کرو۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ[البقرہ 267]

ترجمہ: اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے [اپنے] نشانات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم تفکر کرو۔

أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ[الانعام۔51]

ترجمہ: کیا تم تفکر نہیں کرتے۔

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[آل عمران 3: 192]

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں کے بل بھی اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں۔[اور بے ساختہ کہتے ہیں]۔ اے ہمارے رب تو نے ہرگز یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ پاک ہے تو پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

یہ چند مثالیں واضح کر دیتی ہیں کہ قرآن کریم انبیاء کی بعثت پر، قرآن کریم کی آیات پر اور سائنسی امور پر غور وفکر کا حکم دیتا ہے۔ سوچ کے دروازے بند نہیں کرتا۔ اگر مذہب لوگوں کو بغیر دلیل اور سوال کے صرف ماننے کی تلقین کرتا تو تین مرتبہ قرآن کریم میں غیر مذاہب کے لوگوں کو مخاطب کر کے یہ اعلان نہ کیا جاتا کہ ’’ھاتوا برھانکم ‘‘یعنی اپنی دلیل پیش کرو۔[البقرہ 112،الانبیاء 25، النمل 65]

فلسفیوں کے یوٹوپیا میں انسانی آزادی کا تصور

کم از کم دو تین ہزار سال سے فلسفیوں کی طرف سے مذہب پر اس قسم کے سوالات اُٹھائے جا رہے ہیں کہ مذہب غلام اور محکوم بناتا ہے۔ اور ذہنی آزادی کو ختم کرتا ہے۔ یہ جائزہ لینا ضروری ہے کہ اتنی صدیوں سے فلسفی کا کیا نظام تجویز کرتے رہے ہیں؟ ایک ایسا نظام جس کی بنیاد مذہب نہ ہو۔ جس کی بنیاد خدا کی راہنمائی نہ ہو۔ ایک ایسا نظام جسے اُس دور کے چوٹی کے ذہنوں نے تجویز کیا ہو۔ ایک ایسا ہی نظام افلاطون (Plato) نے تجویز کیا تھا۔ ایک آئیڈیل ریاست۔ اس ریاست کا نام یوٹوپیا (Utopia) ہے۔ اور یہ نام ایک ضرب المثل بن چکا ہے۔ اب یہ جائزہ لیتے ہیں کہ اس ریاست میں انسانوں کی آزادی کے لیے کیا انتظامات تجویز کئے گئے ہیں۔ فلسفے کی تاریخ میں یہ پہلا قابل ذکر ریاستی نظام تھا جو کہ کسی فلسفی نے تجویز کیا تھا۔ اور اب تک فلسفہ کی دنیا میں افلاطون کے خیالات کو ایک خاص اہمیت دی جاتی ہے۔

اس تجویز کردہ نظام میں افلاطون نے بیان کیا تھا کہ شہریوں کو تین طبقات میں تقسیم کر دینا چاہیے۔ ایک طبقہ عام شہریوں کا ہو گا۔ ایک طبقہ سپاہیوں کا ہو گا۔ اور ایک قلیل لوگوں کا طبقہ اس ریاست کے ’’سرپرستوں‘‘ کا ہوگا۔ ساری سیاسی طاقت ان ’’سرپرستوں‘‘ کے ہاتھ میں ہوگی۔ اور یہ سرپرست فلاسفر ہوں گے۔ گویا اس نظام کی بنیاد ہی یہ تھی کہ انسانی مساوات کو ختم کر دیا جائے۔ اور جو جس طبقے میں پیدا ہو گا اسی طبقے میں رہے گا۔ البتہ استثناء کے طور پر کچھ لوگوں کو اپنے آبائی طبقہ سے اوپر جانے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ اس طرح فلاسفروں نے یہ تجویز کیا تھا کہ دنیا میں فلاسفروں کی نسلی حاکمیت قائم کر دی جائے اور باقی انسان ان کے محکوم بن کر گذارا کریں۔ اور اس حاکم طبقے کے اختیارات کی کوئی حدود مقرر نہیں کی گئیں۔

چونکہ یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ مذہب تعلیمی آزادی پر قدغن لگاتا ہے۔ اب یہ دیکھتے ہیں کہ فلاسفروں کی اس ریاست میں تعلیم کا نظام کتنا آزاد ہوگا۔ شروع ہی سے طلباء کو جو کچھ پڑھنے کو ملے گا اسے ریاست سنسر کرے گی۔ یہاں تک کہ نوجوان جو موسیقی سنیں گے وہ بھی ریاست سے منظور شدہ ہو گا۔ تاکہ ان کی پروان ریاست کی خواہش کے مطابق ہو۔ اور یہاں تک کہ مائیں بچوں کو جو کہانیاں سنائیں گی وہ بھی ریاست یا فلاسفروں کے اس صاحب اقتدار طبقہ سے منظور شدہ ہوں گی۔

فلاسفروں کی یہ حکومت لوگوں کے باورچی خانوں میں بھی کافی دخل اندازی کرے گی۔ شہریوں پر پابندی ہوگی کہ وہ گوشت اور مچھلی اچھی طرح بھون کر کھائیں۔ چٹنیوں اور مٹھائیوں پر پابندی ہو گی۔ کیونکہ افلاطون کا یہ خیال تھا کہ اس طرح ڈاکٹروں کی ضرورت ختم ہو جائے گی۔[ڈاکٹر اس تجویز پر بہر حال خوش نہیں ہو ں گے]

پڑھنے والے سوچتے ہوں گے کہ اس فلسفیانہ ریاست میں لوگ شادی کیسے کریں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ اس طرح شادیاں نہیں کریں گے جیسے دنیا میں کی جاتی ہے۔ بلکہ بہت سے مردوں کی بہت سی بیویاں ہوں گی۔ اور ریاست یہ فیصلہ کرے گی کہ کس نے کس کے گروپ میں شامل ہونا ہے تاکہ اچھی نسل حاصل کی جاسکے۔ اور کسی کو نہیں پتہ ہو گا کہ وہ کس کی اولاد ہے۔ اور بچوں کو پیدا ہونے کے بعد ماں باپ سے لے کر ریاست کی تحویل میں لے لیا جائے گا۔ دوسرے الفاظ میں فلاسفروں کی اس ریاست میں انسانوں سے وہ سلوک ہو گا جو کہ گھوڑوں سے اصطبل میں اور جانوروں سے ڈیری فارم میں ہوتا ہے۔ کیا یہ آزادی ہے؟ کیا اس طریق پر لوگوں کو مذہب کی زنجیروں سے آزاد کیا جائے گا؟ کیا اس طریق پر لوگوں کو ذہنی آزادی دلائی جائے گی؟ یہ آزادی نہیں بلکہ فلاسفروں کی غلامی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب انسانوں کو آزادی دیتا ہے اور فلاسفر انہیں اپنا غلام بنانا چاہتا ہے۔

(The History of Western Philosophy, by Bertrand Russel, published by SIMON AND SCHUSTER, NEW YORK p108110-)

حیرت تو اس بات پر ہے کہ اب تک ایک طبقہ جو کہ مذہب پر شدید تنقید کرتا ہے، افلاطون خیالات پر سر دھنتا ہے اور اسے فلسفہ کے عظیم بانیوں میں شمار کرتا ہے۔ ادب سے عرض ہے کہ خود ڈاکٹر پرویز ہود بھائی نے اپنے ایک مضمون میں جو کہ یکم فروری 2020 کو روزنامہ ڈان میں شائع ہوا، افلاطون کے طریقہ تدریس کی تعریف کی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

طلباء کو ریاضی اور جیومیٹری پڑھاتے ہوئے ہر چیز کی صحیح تعریف دریافت کرتے تھے۔ ریاضی اور جیومیٹری کا ذکر تو ایک طرف رکھیں لیکن اگر اس افلاطونی انداز میں دنیا کو چلانے کی کوشش کی گئی تو دنیا اس تباہی کا منہ دیکھے گی جس کی مثال اب تک کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

نیچہ نے مذہب سے کس طرح آزادی دلائی

ان گذارشات پر شاید یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ تو قبل مسیح دور کی باتیں ہیں۔ اس وقت فلسفہ ابھی خام حالت میں تھا۔ اب تو فلاسفر بالغ ہو گئے ہیں۔ اس لئے اب ہم فلسفہ کے اس دور میں داخل ہوتے ہیں جسے جدید دور کہا جاتا ہے۔ یعنی انیسویں صدی کا آخر۔ ہم جرمن فلاسفر نیچہ [Nietzsche] کی مثال پیش کریں گے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ نیچہ کا شمار جدید دہریہ فلسفے کے بانیوں میں کیا جاتا ہے اور خود محترم ڈاکٹر پرویز ہود بھائی صاحب نے اسے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

The notion of rationality - which is so crucial to science - exists within every idea system although the importance assigned to it may vary. What does rationality mean? The 19th century philosopher Nietzsche gave a succinct definition: rationality is a matrix of connections which assigns cause to effect. Looking for the roots of rationality, Nietzsche delved deep into the psycho-biological roots of epistemolgy.

(Islam and Science Religious Orthodoxy and The Battle for Rationality Pervez Hoodbhoy, published by Zed Publications 1991, p 119)

ترجمہ: عقلیت کا نظریہ سائنس کے لئے بہت اہم ہے۔ یہ نظریہ ہر نظریاتی نظام میں موجود ہے اگرچہ مختلف نظاموں میں اسے مختلف اہمیت دی گئی ہے۔ انیسویں صدی کے فلاسفر نیچہ نے اس کی بہت مختصر اور جامع تعریف کی ہے۔ عقلیت روابط کا ایک نظام ہے جو کہ علت اور معلول کو متعین کرتا ہے۔ عقلیت کی جڑوں کو تلاش کرتے ہوئے نیچہ نے علم الکلام کی نفسیاتی اور حیاتیاتی جڑوں کا گہرا جائزہ لیا ہے۔

اب ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ اس فلاسفر نے انسانوں کو خدا کے تصور سے علیحدہ کر کے کیسی آزادی دلائی۔

1882میں جرمن فلاسفر نیچہ نے ایک تمثیل لکھی جس کا نام تھا The Parable of the Madman اس میں تمثیل میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے دن کے وقت لالٹین ہاتھ میں لی اور باہر نکل کر آوازیں لگانی شروع کیں کہ خدا کہاں ہے؟ اور پھر اس نے اعلان کیا کہ ہم نے [نعوذ باللہ] خدا کو قتل کر دیا ہے۔ میں اور تم اس کے قاتل ہیں۔ ہمارے ہاتھوں سے یہ خون کون صاف کرے گا؟ یہ خیالات واضح ہیں کہ کوئی خدا موجود نہیں۔ اس کے بعد نیچہ نے کن خیالات کا اظہار کیا؟ ان کے نزدیک کوئی خدا موجود نہیں تھا۔ ان پر کوئی مذہبی اثر نہیں تھا۔ انہوں نے دنیا کے لئے کیا نظام تجویز کیا؟ کیا ان کے تجویز کردہ نظام میں انسانوں کے لئے آزادی کا پیغام تھا؟

اس تمثیل کے تین سال بعد 1885 میں نیچہ نے ایک اور کتاب لکھی جس کا نام Thus Spoke Zarathustra تھا۔ اس کتاب میں انہوں نے نظریہ پیش کیا کہ انسان تو بندر سے بھی زیادہ بندر ہے اور اعلیٰ ترین انسان بھی ننگے ہیں۔ دنیا بھر کے انسانوں کا یہی مقصد ہے کہ وہ غلاموں کی طرح ایک برتر قسم کا انسان Overman بنانے کی کوشش کریں۔ اس برتر انسان کی راہ میں خدا کا تصور حائل تھا۔ اب یہ تصور ختم ہو گیا ہے تو یہ فرضی برتر انسان ظہور کرے گا۔ یہ فرضی انسان ایک علیحدہ مخلوق معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے نظریہ پیش کیا کہ انسانیت کو نظر انداز کر کے اس برتر انسان کو ڈھونڈنا پڑے گا۔ اور جن انسانوں کو انہوں نے اپنے زعم میں خدا کی غلامی سے آزاد کرایا تھا، ان کے لئے یہ لائحہ عمل تجویز کیا:

I love those who...... sacrifice themselves for the earth, so that the earth may one day become the overman's.

(Thus Spoke Zarusthra p8)

ترجمہ: میں ان سے محبت کرتا ہوں جو کہ خود کو زمین پر قربان کر دیتے ہیں تا کہ یہ زمین ایک دن اُس برتر انسان کی ملکیت بن جائے۔

اس طرح خدا کے تصور سے علیحدہ کر کے انسانیت کو آزاد نہیں کیا جا رہا بلکہ ایک فلسفیانہ نظریات کی پیداوار فرضی برتر انسان کی غلامی میں دھکیلا جا رہا ہے۔ اور اسے یہ تلقین کی جا رہی کہ تم ان نظریات پر قربان ہو جاؤ۔ نیچہ کا نظریہ تھا کہ ایک پوری قوم کی تکالیف ایک عظیم انسان کی غم کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ انہوں نے ایک بین الاقوامی حکمران طبقہ کا تصور پیش کیا۔ ان کے نزدیک باقی انسانیت کا یہی کام تھا کہ وہ اس بالا طبقے کی نازبرداریاں کرے۔

نیچہ نے عورتوں کے حقوق پر بھی کافی تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ ان کا نظریہ تھا کہ عورتیں اس قابل بھی نہیں ہیں کہ ان سے دوستی کا تعلق رکھا جائے مردوں کو چاہیے کہ انہیں اپنی جائیداد سمجھیں۔ ایک عورت کی سطح گائے اور بلی سے زیادہ نہیں ہے۔ جس طرح جنگ کے لئے مردوں کی تربیت کی جاتی ہے، اسی طرح عورتوں کو اس بات کی تربیت دینی چاہیے کہ وہ ان مردوں کا دل بہلائیں۔ ان کا کہنا تھا کہ عورت ایک پہیلی ہے اور اس کا حل یہ ہے کہ اسے حمل ہو جائے۔ اگر مضبوط مرد انہیں قابو نہ کریں تو یہ عورتیں بالکل ناقابل برداشت ہو جائیں۔ عورتوں کا اہم ترین مصرف یہ ہے کہ وہ ایک برتر قسم کے مرد کو جنم دیں۔

یہ لغو اور اوٹ پٹانگ خیالات اس قابل بھی نہیں ہیں کہ سنجیدگی سے ان کا تجزیہ کیا جائے۔ لیکن ان خیالات کے باوجود نیچہ کو یہ شکوہ تھا کہ مذاہب نے انسان کو غلام بنا دیا ہے۔ حالانکہ ان کے خیالات میں انسانیت کے لئے غلامی کے علاوہ کوئی پیغام نہیں ہے۔ نیچہ نے یہ نعرہ لگایا کہ وہ لوگوں کو خدا کے تصور سے آزادی دلا رہا ہے اور پھر آدھی انسانیت کو جانور قرار دے دیا۔ یہ خوب آزادی ہے؟

(The History of Western Philosophy, by Bertrand Russel, published by SIMON AND SCHUSTER, NEW YORK p760765-)

اور ملاحظہ فرمائیں کہ آج تک نیچہ کا شمار ان بڑے فلاسفروں میں کیا جاتا ہے ایسا فلاسفر جس نے لوگوں کو مذہب کی غلامی سے نجات دلائی۔ اور ان خیالات کے باوجود وہ عظیم ترین فلاسفر شمار ہوتے ہیں۔ ان مثالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب ایک فلسفی یہ نعرہ لگاتا ہے کہ وہ لوگوں کو خدا کے تصور سے آزاد کرا رہا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ انسانیت کو خدا اور مذہب سے بیگانہ کر کے اپنے نظریات کی غلامی کا طوق پہنا رہا ہے۔ فلسفیوں کے اقتدار میں نہ سوچ کی آزادی ہے اور نہ ہی کسی اور چیز کی۔

اشتراکی ممالک کی مثال

اس ساری بحث کے بعد یہ دیکھنا ضروری ہے کیا ماضی قریب کی تاریخ میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی ملک میں یا کئی ممالک میں زبردستی مذہب کا تصور ختم کیا گیا ہو۔ اگر تاریخ میں ایسے ممالک کی مثال موجود ہے تو پھر یہ جائزہ لینا ضروری ہے کہ کیا ان ممالک کے معاشرے میں سوچ اور سوال کرنے کی آزادی میں اضافہ ہوا یا اظہار خیال کو جرم قرار دے دیا گیا؟ آخر محترم پرویز ہود بھائی نے فرمایا ہے کہ یہ سوال اٹھانا ضروری ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران اشتراکی سوویت یونین کا بقیہ صفحہ 3 پر

08اکتوبر2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:58	18:02
مدینہ منورہ 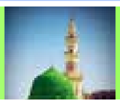	04:59	18:01
قادیان 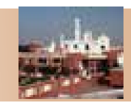	05:06	18:04
ربوہ	04:46	17:44
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:46	18:24